Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

تلمیحاتِ انشاء: تجزیاتی مطالعہ

TALMIHAT-E-INAHAA: AN ANALYTICAL STUDY

عثمانیہ سلطانہ

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

صدرِ شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر منزہ منور

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

The second major metaphor, which is in the form of an allusion, is about Hazrat Musa (peace be upon him). They have the honor of being in harmony with the Creator. His soul is blessed by Allah Tabarak wa Taala. Their conversation with the Lord as a mountain, burning with the manifestation of God and fainting of Kalimullah, righteousness and austerity or love is a beautiful hint in all respects. Insha has left a beautiful imprint of these hints in his language. Allah Ta'ala blessed Hazrat Musa with countless miracles. The first and main difference between talimih and tarikh is that talimih has a more ancient existence than history. When the historians had not even started editing the history, Talmih had reached many stages of evolution and there were rich treasures of Talmihat at its foot. History is still empty of mythological stories and events. But the Treasury of Talmihat contains details about mythological stories and their contexts and is an invaluable asset of Talmihat.

Keywords: metaphor, harmony, onversation, language, Talmihat, mythological. invaluable

نظم و نثر میں یہ فن اپنی علمیت، فصاحت و بلاغت اور ہر اعتبار سے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک ایسا طرزِ مطالعہ جس میں شاعر ایک بڑے موضوع کو چند الفاظ یا تراکیب کی صورت میں اس طرح بیان کرتا ہے کہ تاریخی منظر نامہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا فن ہے نظم و نثر کو معنوی ملکیت عطا کرتا ہے۔ ایسا قرینہ شعر ہے جو اس فن کی بدولت شعر کو نیا جہاں موضوع جو پہلے سے آراستہ و پیراستہ اس سے روشناس کراتا ہے۔ معنوی اعتبار سے تلمیح ایسے اشارے لفظی قرینے یا راستہ دکھانے کے عمل کا نام ہے جو ایک بڑے موضوع کی نمائندگی کرتا ہے۔ تلمیح کی تعریف و تفہیم کے لیے فرنگِ جامع اللغات مفتی غلام سرور تلمیح کے والے سے اس طرح رقم طراز ہیں:

> ''تلمیح کسی چیز کی طرف سبکِ نگاہ سے دیکھنا اور اپنے کلام کو آیات و احادیث سے ثابت کرنا۔''(۱)

سید تصدق حسین لغات ''کشوری'' میں لکھتے ہیں:

> ''تلمیح سبکِ نگاہ کرنا کسی چیز کی طرف اور اصطلاح میں اہلِ معنی میں اشارہ کرنا اپنے کلام میں کسی قصہ کی طرف یا اصطلاحاتِ نجومی یا موسیقی کا لانا یا اپنے کلام میں آیاتِ قرآن یا احادیث کا لانا۔''(۲)

شبلی نعمانی ''شعر العجم''(حصہ پنجم) میں تلمیح کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں:

> ''صنائع شاعری میں ایک چیز تلمیح یعنی کسی قصہ طلب واقعہ سے مضمون پیدا کرنا ایک لطیف صنعت ہے۔''(۳)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مولوی نورالحسن ''نوراللغات''میں تلمیح کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''تلمیح (ء) مؤنث علمِ بیان کی اصطلاحِ کلام میں کسی قصہ کی طرف اشارہ کرنا۔''(۴)

سید مرزا''مہذب اللغات''میں تلمیح کے حوالے سے کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

''تلمیح (یائے معروف) کسی چیز کی طرف اشارہ کرنا۔ علمِ بیان کی اصطلاح میں ایک صنعت کا نام ہے جس میں شاعر اپنے کلام میں کسی مشہور مسئلہ یا کسی قصہ یا مشہور مثل یا اصطلاح نجوم وغیرہ کسی ایسی بات کی طرف اشارہ کرے جس کے بغیر معلوم ہوئے اور بے سمجھ اس کلام کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے۔''(۵)

عربی مؤنث علمِ بیان کی اصطلاح

ے در معنی سے مرا صحفہ لقا کی داڑھی
غم گیتی سے میرا سینہ عمرو کی زنبیل

مشہور ہے کہ لقا کی داڑھی کے ہر ہر بال میں جو کچھ پڑتا تھا غائب ہو جاتا تھا۔ وہ کبھی پر نہ ہوتی تھی۔ اس شعر میں انہیں باتوں کی طرف اشارہ ہے۔

محمد فیروزالدین فیروز عربی لغات ''فیروزی''میں تلمیح کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

''تلمیح کسی چیز کی طرف ہلکی نظر سے اشارہ کرنا، اصطلاحِ علمِ معانی میں کسی قصے یا علمی اصطلاح کی طرف اشارہ کرنا یا اپنے کلام میں قرآن شریف کی کوئی آیت یا حدیث لانے کو کہتے ہیں۔''(٦)

تلمیح کی جامع ومانع تعریف کے بعد ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ تلمیح اور تاریخ کا کیا رشتہ ہے؟۔ تلمیح اور تاریخ کن معنوں میں متفق الخیال ہیں اور کہاں کہاں وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کہاوت اور ضرب الامثال سے تلمیحی پہلو پوشیدہ ہوتے ہیں؟۔ یا تلمیح سے مماثلت رکھتا ایک لفظ اصطلاح رائج ہے اور اصطلاح و تلمیح میں کیا موافقت و مخالفت ہے؟۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام سوالات کے جوابات مختصر طور سے فراہم کر دیے جائیں۔ اس کا بنیادی فائدہ یہ ہوگا کہ تلمیح کی تعریف میں مزید وسعت پیدا ہو جائے گی اور اس کا دائرہ کار وسیع ہو جائے گا۔

تلمیح اور تاریخ کے درمیان پہلا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ تلمیح، تاریخ سے زیادہ قدیمی وجود رکھتی ہے۔ جب موؤرخین نے ابھی تدوینِ تاریخ کا آغاز بھی نہیں کیا تھا، تلمیح ارتقا کی کئی منازل طے کر چکی تھی اور اس کے دامن میں تلمیحات کے بھرپور خزانے موجود تھے۔ اساطیری داستانوں اور واقعات سے تاریخ کا دامن ہنوز خالی ہے۔ لیکن تلمیحات کے خزانے میں اساطیری داستانوں اور ان کے متعلقات کے بارے میں تفصیلات درج ہیں اور وہ تلمیح کے انمول سرمائے شامل ہیں۔ دریں اثناء تاریخ میں واقعات کا سرسری طور پر ذکر ہوتا ہے اور ان سے خاص قسم کے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔ جب کہ تلمیح کی جڑیں ہمارے اباؤاجداد اور اسلاف کی زندگیوں سے ہم کنار نظر آتی ہیں۔

ان کے رسم و رواج، اوہام و عقائد، مذہبی اور سماجی ترجیحات اور اخلاقی اقدار ان تمام چیزوں کا بیان تلمیح میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کی بہت بڑی مثال مہا بھارت کی جنگ ہے۔ موؤرخین اس بات کا اعتراف تو کرتے ہیں کہ مہابھارت کی لڑائی یقینی طور پر لڑی گئی تھی۔ مگر اس جنگ کا تعلق تاریخ کے کسی عہد سے ہے یا اس جنگ کی دیگر تفصیلات کہاں ہیں؟۔ اس لہٰذا اسے تاریخ بھی تاریخ سے عاجز ہے۔ جب کہ تلمیح میں واقع کا ذکر مکمل تفصیل اور وضاحت سے کیا گیا ہے۔ تاریخ جہاں ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہے، تلمیح

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

خضرِ راہ بن کر ہمارا دامن تھام لیتی ہے۔ مزید برآں اقوام گزشتہ کے نامعلوم نہاخانوں کی سیر کراتی ہے۔ باوجود ان جزوی اختلافات کے تاریخ اور تلمیح کے درمیان ایک خوشگوار راستہ موجود ہے۔ بہت سی تلمیحات، تاریخ کے واقعات پر استوار کی گئی ہیں۔ تلمیح کی تعریف میں بھی تاریخ کے لفظ کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس طرح سے تاریخ اور تلمیح کے مابین مضبوط رشتے کی ڈور ہے لیکن دونوں اپنا الگ الگ وجود رکھتی ہیں۔ لہٰذا جب کوئی تاریخی واقعہ، اشاروں میں شعر کے قالب میں ڈھل جاتا ہے تو تلمیح بن جاتا ہے۔ دوسری جانب تلمیحات میں بھی تاریخ کے بے شمار خزانے بکھرے پڑے ہیں۔

زبان عربی میں کہاوت کے لیے ضرب المثل کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو زبان کی قدیم ترین لغت "امثال موسوم بہ خزینۃ الامثال" میں مثل کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ اس میں تلمیح کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مؤلف "خزینۃ الامثال" اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''مثل وہ ہے کہ جس سے احوالِ گزشتہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کہاوت کو کسی نے، وقت ظاہر ہونے کے کسی حادثے کے، یا واسطے مثال دینے ایک حال کے ساتھ دوسرے کے، ایک لطف و غرابت کے ساتھ وضع کیا ہو تو جس وقت ویسا ہی سانحہ ظاہر ہو اس مثل کو کہیں، تا سننے والوں کو شے متخیل، محقق ہو جاوے۔''(۷)

اس اقتباس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کہاوت یا ضرب المثل کا تاریخی واقعات کے ذکر سے گہرا رشتہ ہے اس طرح کہاوت تلمیح سے بہت قریب تر ہے۔ تلمیح اور کہاوت کا تعلق چولی دامن سا ہے۔ اکثر و بیشتر کہاوتوں کے پسِ پردہ کوئی نہ کوئی کہانی کارفرما ہوتی ہے۔ یونس اگاسکر اس حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

> ''کہاوتوں کے ذخیرے پر نظر ڈالی جائے تو اس میں بڑی تعداد ایسی کہاوتوں کی نکلے گی جس کے پس منظر میں کوئی واقعہ، کوئی حکایت، کوئی کہانی، کوئی تاریخی، مذہبی، تہذیبی یا ادبی سانحہ یا محض فرضی اور من گھڑت قصہ ضرور ہوگا۔ اگر واقعہ یا کہانی نہیں تو کوئی عقیدہ یا عام انسانی تجربہ کہاوت کی پیدائش کا باعث ہوتا ہے۔ ان سب کو تلمیح کے دائرے میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ اس لیے بیشتر کہاوتوں کو احوالِ گزشتہ کے مختصر حوالے کہا جا سکتا ہے۔''(۸)

متعدد کہاوتیں اور ضرب الامثال، تلمیحات کے درجے میں داخل ہیں۔ کہاوتوں کے پسِ پردہ دلچسپ کہانیاں اور حکایتیں موجود ہیں۔ لیکن ضرب الامثال اور کہاوتیں موجود ہیں۔ تلمیح سے اس معنی میں ممتاز اور مختلف ہوتی ہیں کہ تلمیح کی بنیاد کسی مشہور معین اور خاص واقعے پر رکھی جاتی ہے۔ جب کہ ضرب المثل اس خصوصیت سے آری ہوتی ہیں حالانکہ اس کی بنیاد بھی وقعات پر استوار ہوتی ہیں۔ لیکن ضرب المثل میں جن واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے وہ عمومی واقعات ہوتے ہیں۔ انہیں قیاسی طور پر جانا جاتا ہے ان کی تخصیص اور شہرت نہیں ہوتی۔ گویا تلمیح اور ضرب الامثال ہر دور میں واقعات کا ذکر تو کیا جاتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ ضرب الامثال میں عمومی واقعے ذکر کیے جاتے ہیں اور تلمیحات میں خصوصی واقعات کا بیان ہوتا ہے۔ کہ قاری کا ذہن فوراً ہی اس طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

گویا تلمیح سے مراد شعر میں موجود ایسا اشارہ جو کسی بڑے تاریخی، مذہبی، معاشرتی واقعے یا پس منظر کا حامل ہو یہ ایک طرزِ مطالعہ ہے جس میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کس طرف شاعر ایک، دو یا سہ حرفی الفاظ و ترکیب استعمال کر کے ایک بڑے پس منظر کے حامل تفصیلی واقعے کو اختصار اور بلاغت کے ساتھ شعر میں استعمال کرتا ہے۔ درج بالا حوالہ جات سے اس صفت کے بارے میں جو چیزیں واضح ہوتی ہیں وہ یہ کہ اولاً تو یہ ہے کہ یہ ایسا طرزِ مطالعہ جس میں کسی شہرتِ عام کے حامل تاریخی نوعیت کا پس منظر ہے۔ واقعات کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور ثانیہ یہ کہ واقعے کا بیان لفظ کا ترکیب کی صورت میں اشارہ کر کے کیا جاتا ہے۔ تیسرا یہ کہ اشارہ شعر میں موجود موضوعاتی تقابل اور فکری میلان یا ہر دو موضوعات کو متقابل کرنے کے لیے بیان کیا جاتا ہے۔

انشاء کی زبان میں تلمیحات کا ایک جہاں آباد ہے۔ ان کے ہاں مذہبی، معاشرتی، رومانوی، داستانوی، افسانوی تلمیحات، شعریت کے پیراہن میں زبان و بیاں کے کامل پیرایوں کے ساتھ استعمال ہوتے نظر آتے ہیں۔ ان کا اسلوبِ شعر ایسے واقعات کو جو ان کے موضوع سے مماثلت رکھتے ہوں۔ اپنے لاشعور میں مخفی و مخزن بنائے رکھتا ہے۔ اور

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

وقت پڑنے پر انہیں باقرطاس پر فنی وفکری استدلال کے ساتھ رقم کرتا ہے۔ یہ ان کی شاعری کا روشن چہرہ اور ان کے کلام کا اعجاز ہے۔ زبانِ انشاء میں تلمیحات کے ضمن میں خاصی دلچسپ صورتِ حال ملتی ہے۔ان کا کلام ہر حوالے سے تلمیحات کے تنوع کا نمونہ نظر آتا ہے۔ ہم سب سے پہلے کلامِ انشاء کا قرآنی تلمیحات پر بحث کریں گے۔ قرآنی تلمیحات میں تلمیح کا ایک روشن ستارے کی صورت رکھتی ہے۔ اردو کے آسمانِ شعر پر یہ تلمیح یوسف مصر اور یعقوب، کنعان، زلیخا یا زلیخا مصر کی ہے۔ مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے تناظر میں جو تلمیحات پابند ہوتی ہیں وہ اس طرزِ مطالعہ میں شامل ہوں گی۔

حضرت یوسفؑ کے مقرب اور فرزند رسول تھے۔ صاحبِ شریعت اور نبی تھے۔ یوسف علیہ السلام کی دیگر خصوصیات جو پیغمبرانہ شان رکھتی ہیں۔اس سے قطع نظر حسن کے استعارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بچپن ہی سے والد سے جدائی کا صدمہ سہنا پڑا ان کے فراق میں ان کے والد یعقوب کی گریہ وزاری، سفید چشمی، صبر و ہجر کی صورت کنعان اور ایسی خصوصیات کے استعارے قائم کرتی ہیں مصر میں ان کا بہ طور غلام فروخت ہونا، زلیخا کا عشق و دیگر خصوصیات کی وجہ سے مصر بھی حسن و عشق کی علامت بن گیا۔ انشاء کی زبان میں ایسے استعارے جو یوسفؑ اور خصائص یوسف کی نمائندگی کریں تلیحاتِ یوسفی کہلاتے ہیں۔ جس کے شعر کی صورتیں درج ذیل ہیں:

بغیر از چہرۂ یوسف کہ تھا وہ ماہِ کنعاں میں
نہیں کوئی جہاں میں تیرے روے صاف کا جوڑا(۹)
کہہ غزل اور دعائیہ بھی انشا شاید
کوئی اس یوسف مصری کا خریدار نہ ہو(۱۰)

حضرت یعقوبؑ کے حوالے سے تلمیحی اشعار ملاحظہ فرمائیں:

غم نے ترے بٹھایا اے ماہِ مصر خوبی
یعقوب وار ہم کو بیت الحزن کے اندر (۱۱)
دکھلا نہ مجھ کو یوسفِ یعقوب کی شبیہ
طالب ہوں، دے مجھے مرے مطلوب کی شبیہ(۱۲)

حضرت یوسفؑ کی تلمیح اردو شاعری میں بڑے موضوع کی حیثیت رکھتی ہے۔ حسنِ یوسف ہو یا باپ سے ان کا ہجر و وصال یا زلیخا کا عشق ہر حوالے سے وہ اردو شاعری میں بہ طورِ موضوع کھل کر بیان ہوئے ہیں۔انشاء نے اپنی زبان میں ایسے تمام خصائص کو احسن انداز میں رقم کیا ہے۔یوسف اور تلمیحات یوسف سے بڑھ کر دیگر قرآنی تلمیحات کو دیکھتے ہیں جن کا تذکرہ خصوصیت کا حامل ہے۔اس حوالے سے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

مل مجھ سے اے پری تجھے قرآن کی قسم
دیتا ہوں تجھ کو تختِ سلیمانی کی قسم
کرو بیوں کی تجھ کو قسم اور عرش کے
جبریل کی قسم ، تجھے رضوان کی قسم
طوبیٰ کی ، سبیل کی ، کوثر کے جام کی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حور و قصور و جنت و غلمان کی قسم
روح القدس کی تجھ کو اور مسیح کی
مریم کی تجھ کو عفت داماں کی قسم
توریت کی قسم ، قسم انجیل کی تجھے
تجھ کو قسم زبور کی ، فرقن کی قسم

تلمیحاتِ انشاء میں قرآنی تلمیحات خصوصاً انبیاء علیہم السلام کے حیات و واقعات پر مشتمل ہیں۔ حضرت خضرؑ کی عمر کی طولانی یا اس کی طوالت ایک دل نشین استعارہ ہے۔ ان کے حوالے سے مشہور ہے کہ آپ حیات پینے کے باعث موت کا معاملہ ان سے اٹھالیا گیا ہے۔ قیامت کے قائم ہونے تک انہیں جاوداں زندگانی عطا کی گئی ہے۔ ان کی عمر کی طوالت کے قصے تلمیح کی صورت میں اردو شاعری میں مذکور ہیں۔ وہ دنیا میں مجبور، بے سہارہ اور بھولے بھٹکے افراد کی رہنمائی میں اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ ان کی راہنمائی کے ہزاروں قصے افسانوی پس منظر کے ساتھ ان کی ذات سے منسوب ملتے ہیں۔ جن میں وہ عاشق و معشوق، بندہ و صاحب، ہجر و وصال اور دردِ دوا کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ شعر ملاحظہ ہو:

ے عشق کا دریا وہ دریا ہے کہ عمر خضر بھی
صرف گر ہوجائے تو پیدا کہیں ساحل نہ ہو(۱۳)

چشمہ حیواں سے متعلق شعر ملاحظہ ہو:

ے شادابی اس میں ایسی کہ جوں خضر سبز پوش
بیٹھا ہوا ہو چشمۂ حیواں کے سامنے(۱۴)

چشمہ حیوان اس چشمے کو کہتے ہیں جو ظلمات میں واقع ہے۔ مشہور ہے کہ اس چشمے کے پانی کو پینے والا امر ہو جاتا ہے۔ اس چشمے کو چشمہ زندگانی اور چشمہ آبِ حیات بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت خضرؑ کے حوالے سے ایک اور تلمیح ملاحظہ ہو:

ے لے گئی مجھ کو جہاں عرش نما اے جبریل
حضرت خضر کے واں ہوش ہو جب بھنگ اڑے(۱۵)
ے فکر کی چیز تو رکھتا ہی نہیں کچھ انشاء
خضرِ ہمت کو فقط سامنے دھر لیتا ہے(۱۶)

دوسرا بڑا استعارہ جو تلمیح کی صورت میں ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ انہیں خالقِ باری تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی ذاتِ گرامی اللہ تبارک و تعالیٰ سے بامشرف ہے۔ کوہِ طور پر ان کا رب سے ہم کلام ہونا، تجلی خداوندی سے طور کا جل جانا اور کلیم اللہ کا بے حوش ہو جانا، صداقت و ریاضت یا محبت

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

سبھی حوالوں سے ایک خوبصورت تلمیح ہے۔انشاء نے اپنی زبان میں ان تلمیحات کا خوبصورت نقش چھوڑا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ الیہ السلام کو بے شمار معجزات سے بامشرف فرمایا تھا۔فرعون کے ساحروں اور جادگروں سے مقابلہ کرنے کے لیے خالقِ حقیقی نے انہیں دو معجزے عطا کیے تھے۔یدِ بیضا اور آپ کا اعصا مبارک جو آپ کو حضرت شعیب علیہ السلام نے دیا تھا بکریاں چرانے کے لیے۔یہ عصا رات کی تاریکی میں رشنی اور بکریوں کے لیے درخت سے پتے جھاڑنے کا کام دیتا تھا۔مزید برآں یہی عصا مبارک بڑے بڑے جادگروں کے سانپوں کا ایک بہت بڑا اژدہا بن کر نگل جاتا ہے۔

عصائے حضرتِ موسیٰ ہوا اپنی آہ اِنشاء
کبھی کرے جو کہیں قصہ میرے کیس کا سانپ(۱۷)

لن ترانی کا مطلب ہے ''اے موسیٰ تو مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتا''یا یوں کہیں کہ اے موسیٰ تو مجھے دیکھنے کی تاب ہر گز نہیں لا سکتا تو بیجانہ ہوگا۔یہ تلمیح خالقِ حقیقی کی تجلی کے بارے میں ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے اصرار کیا کہ باری تعالیٰ آپ کو دیکھنے کا مشتاق ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتے۔

لن ترانی بجواب ارنی کہہ اٹھی
جب دھواں دھار ترے شعلۂ رخسار کی آنچ(۱۸)
موسیٰ کی ہے قسم تجھے، اور کوہِ طور کی
نور و فروغِ جلوۂ لمعان کی قسم(۱۹)

''طور'' سریانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔اس سے مراد طورِ سینا یا کوہِ سینا لیا جاتا ہے جہاں حضرتِ موسیٰ نے اللہ پاک کی تجلی کا نظارہ کیا تھا جس کے تاب نہ لاتے ہوئے وہ بے حوش ہو گئے تھے۔اس تجلی کے باعث پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور جل کر سرمہ کی مانند سیاہ ہو گیا۔اس حوالے سے یہ شعر ملاحظہ ہو:

وہ جو محو مستِ نظارہ ہیں یہی آہ بھر کے کہیں ہیں وہ
کہ اسی تجلئیہ نور نے ہمیں مثلِ طور دیا جلا(۲۰)

خرّ موسیٰ کے معنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بے حوش ہونا ہے۔یہ تلمیح کوہِ طور کے نظارہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوہِ طور پر اپنے جلوے کا ظہور فرمایا تو پہاڑ اس کی تاب نہ لا سکا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔مزید برآں موسیٰ علیہ السلام بھی اس نظارے کی تاب نہ لاتے ہوئے بے حوش ہو گئے تھے۔

تو مجھے دیکھ کے بے حوش، پڑھے کیوں نہ بھلا
"خرّ موسیٰ صعقاً" آہ شرر بار کی آنچ(۲۱)

قرآنی تلمیحات کا تیسرا بڑا موضوع تاجدارِ ختم نبوت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہیں۔انشاء کے نعتیہ قصائد میں حضور خاتم النبیین ﷺ سے محبت، خصائصِ مصطفیٰ، انوارِ مصطفیٰ اور رخِ مصطفیٰ ﷺ کو محبت والفت کے ساتھ پابندِ سخن کرتے ہیں۔جناب عزتِ مآب ﷺ کے حکم کی تعمیل میں شق قمر ہوا۔مزید برآں آپ

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

ﷺ کی فضیلت اور آپ کو خاتم النبیین ہونے اعزاز تلمیح واشارات کی زبان میں پابندِ شعر کرتے ہیں۔ دیگر انبیاء اور ان سے منسوب واقعات و موضوع جس کا ماخذ خود قرآن ہے ان کے تذکرے بھی زبانِ انشاء میں ملتے ہیں۔

به محمد عربی، تو دے دو سہ جام بادئہ نوروہ
کہ نہ سوجھے سکر میں ساقیا، مجھے کچھ جہاں کا بر بھلا(۲۲)

تلمیحاتِ انشاء کا ایک اور خوبصورت اور محبت امیز زاویہ ذکرِ علی ہیں۔ خصائص علی کا بیان تلمیح کے قالب میں پابندِ کلام کرتے ہیں۔ اس حوالے سے انشاء کی زبان میں محبت سدحتِ علی کے تذکرے ان کے اشعار کی صورت میں واضع ہوتے ہیں۔

حوریں مجھے کیوں کر نہ ملیں حکمِ علیؑ سے
جبریل نے کردی مری رضوان پہ چھٹی(۲۳)

حضرتِ علی کو مختلف اسماء والقابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان میں سے اہم ناموں، القاب اور کنیتوں کی تفصیل موجود ہے۔ اسد اللہ، ابو تراب، مرتضیٰ، ساقی کوثر، شیرِ خدا، حیدر، حیدرِ کرار، صاحبِ ذوالفقار، شاہِ نجف، شاہِ ولایت، شاہِ مرداں، مشکل کشا، فاتح خیبر اور علی مرتضیٰ جیسے القابات سے نوازہ جاتا ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

شاہِ نجف امیرِ عرب مرتضیٰ علیؑ
قبضہ میں تیری کردے عرب سے تا عجم(۲۴)

حضرتِ علی کو ساقی کوثر بھی کہا جاتا ہے۔ در حقیقت ساقی کوثر آپ ﷺ کا لقب ہے۔ جہاں بروزِ قیامت آپ ﷺ پیاسوں کو آبِ کوثر پلائیں گے۔ شیعہ حضرات کے اعتقادات کے مطابق حضرتِ علی کرم اللہ وجہ ساقی کوثر ہیں۔ حدیثِ نبوی میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرتِ علی کے بارے میں فرمایا کہ وہ میرے حوض کے پیچھے کھڑے ہوں گے اور میری امت میں سے جسے پہچانتے ہوں گے اسے سیراب کریں گے۔ اسی مناسبت سے "ساقی کوثر" کی اصطلاح حضرتِ علی کرم اللہ وجہ الکریم کے لیے بھی استعمال کی گئی ہے۔ حضرتِ علی کو حیدرِ کرار کہا جاتا ہے۔ یہ نام آپ کی والدہ ماجدہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تجویز کیا تھا۔ شیرِ خدا بھی انہیں کا لقب ہے جس کے معنی اللہ کے شیر کے ہیں۔ آپ اپنی بہادری، قوت و شجاعت اور دلیری میں لاثانی تھے۔ یہ لقب آپ ﷺ نے علی کو عطا فرمایا۔ اسی لقب کی مناسبت سے کئی دوسرے القاب مثلاً: اسد اللہ، اسدِ ذوالجلال، شیرِ کردگار، ضیغمِ صمد وغیرہ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

یعنی وہ شیرِ خدا حیدرِ صفدر جس کے
جملہ خدام سے پیش آئے بہ اخلاقِ آتش(۲۵)

حضرتِ امام حسن اور حضرتِ امام حسین کو حسنین کریمین کہا جاتا ہے۔ آپ دونوں رسولِ خدا ﷺ کے نواسے اور حضرتِ علی کرم اللہ وجہ الکریم اور سیدہ کائنات کے فرزند تھے۔ اس حوالے سے تلمیحی اشعار پیش ہیں:

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

ہوتی ہے اس میں تعزیہ داری امام کی
اس کی مدد کو ہیں حسنین اور ان کے جد(۲۶)

انشاء کی تلمیحات کی جہاں دگر میں معاشرتی، تاریخی، رومانی افسانوی تلمیحات شامل ہیں۔ وہ حاتم کے خوگر ہیں۔ کوہ کن کی ہمت کی داد دیتے ہیں۔ رستم کی بہادری کے مشتاق ہیں۔ منصور بن حلاج کی دیدہ دلیری کے قصیدہ گو ہیں۔ فرہاد و قیس بھی ان کے ہمنوا و ہم پیالہ ہیں۔ القصہ تلمیحاتِ انشاء موضوعات کے اعتبار سے متنوع ہیں۔ جوہر شعر میں خصوصیت کی حامل ہیں۔

جہاں میں مثلِ تیمور اور بابر محتشم کیجیے
مسخر جلدقبضہ میں عرب سے تا عجم کیجیے(۲۷)

جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ انشاء کی زبان وکلام میں تلمیحات کا ایسا جہاں آباد ہے جس میں ندرت و معنی کی دنیا صرف ایک نظر دیکھنے میں آجاتی ہیں۔ وہ شیریں ولیلٰی کی جفا جوئی پر مسکراتے ہیں تو فرہاد و قیس اور مجنوں میاں کی بھی دادرسی کرتے ہیں۔ ان کی زبان میں محبت و مروت، دلیری و بہادری، جان کنی اور جان شکنی جیسی خصوصیات کے نمائندہ استعارے اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ مرکزی کرداروں کے تذکرے سے ان کے کلام میں جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ ایسے تذکرے جہاں قاری کو احساس و نشاط دیتے ہیں۔ وہیں شاعر کے قلب و نظر اور فکر واثر کو بھی نئی جلا بخشتیں ہیں۔

انشاء کے ہاں لیلٰی، مجنوں الغرض ہر طرح کی تلمیحات شامل ہیں اور ان پر خصوصیت یہ کہ انہیں زبان کے ایسے زاویوں اور رویوں سے آشنا کرتے ہیں جن میں زبان تمام تر نیرنگیوں، ندرتوں اور فنی و فکری خوبیوں کے ساتھ ہم پر آشکار ہوتی ہیں۔ زبانِ انشاء میں صنائع لفظی کی اس بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انشاء الفاظ گری کے ماہر ہیں۔ الفاظ سازی کا فن انہیں خوب آتا جسے وہ نبھاتے بھی ہیں۔ اس فن میں محبت و چاہت کے امین ہیں۔ وہ زبان کو بھی حسن و عشق کی تال پر ایسے سجاتے ہیں کہ زبان زبان نہیں رہتی ایک حسین جسم کا روپ دھار لیتی ہے۔ جس کا ہر پہلو، ہر رنگ، ہر تصور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بلاشک وشبہ وہ زبان و بیان اور فکر و سخن کے ایسے زاویوں کی بدولت شعر وادب کا مستند حوالہ سمجھے جانے کے لائق ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ غلام سرور، جامع اللغات، اردو جلد اول، ۱۸۹۰ء، ص:۳۸۲

۲۔ سید تصدق حسین، لغات کشوری، طبع بابو پراگ نرائن روڈ لکھنو، ص:۱۱۰، ۱۱۱

۳۔ شبلی نعمانی، شعر العجم، حصہ پنجم، مطبع: فیضِ عام علی گڑھ، ۱۹۰۹ء ص:۹۰

۴۔ مولوی نور الحسن، نور اللغات، جلد دوم، نیر پریس پاتانالا لکھنو، ۱۹۳۴ء، ص:۲۳۱

۵۔ سید مرزا مہذب لکھنوی، مہذب اللغات، سرفراز قومی پریس لکھنو، ۱۹۶۲ء، ص:۲۹۶

۶۔ محمد فیروز الدین، عربی لغات، فیروز پرنٹنگ لاہور، ۱۸۸۸ء، ص:۸۰

۷۔ ثوبان سعید، فرہنگِ تلمیحات، قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ص:۵۲

۸۔ ڈاکٹر یونس اگاسکر، اردو کہاوتیں اور ان کا سماجی اور لسانی پہلو، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس گولا مارکیٹ نئی دہلی، ۱۹۸۸ء، ص:۱۸

Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

۹۔ خلیل الرحمن داؤدی، کلیاتِ انشاء، جلد اول، مجلس ترقی ادب لاہور، ص:۶۲

۱۰۔ ایضاً، ص:۳۰۴

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۴۸

۱۲۔ ایضاً، ص:۳۲۸

۱۳۔ ساجدہ قریشی، تلمیحاتِ انشاء مع شخصیت، پبلیشرز، اسلامک ونڈرس، دریاگنج، نئی دہلی، ۲۰۱۷ء، ص:۲۳۱

۱۴۔ خلیل الرحمن داؤدی، کلیاتِ انشاء، جلد اول، مجلس ترقی ادب لاہور، ص:۳۰۹

۱۵۔ ساجدہ قریشی، تلمیحات مع شخصیات، اسلامک ونڈرس بیورو، نئی دہلی، طبع اول ۲۰۱۷ء، ص:۴۵۴

۱۶۔ خلیل الرحمن داؤدی، کلیاتِ انشاء، ص:۴۰۳

۱۷۔ ایضاً، ص:۴۵۴

۱۸۔ ایضاً، ص:۸۵

۱۹۔ ایضاً، ص:۱۱۵

۲۰۔ ایضاً، ص:۲۳۲

۲۱۔ ایضاً، ص:۵۹

۲۲۔ ایضاً، ص:۱

۲۳۔ تقی عابدی، ڈاکٹر سید، انشاءاللہ خان انشاء (حیات، شخصیات اور فن)، ص:۶۲

۲۴۔ تقی عابدی، ڈاکٹر سید، انشااللہ خان (حیات، شخصیت اور فن)، زاہد بشیر پرنٹر، لاہور طبع اول، ص:۶۲

۲۵۔ ساجدہ قریشی، تلمیحات مع شخصیات، اسلامک ونڈرس بیورو، نئی دہلی، طبع اول ۲۰۱۷ء، ص:۱۴۳

۲۶۔ ایضاً، ص:۱۳۶

۲۷۔ خلیل الرحمن داؤدی، کلیاتِ انشاء، جلد اول، مجلس ترقی ادب لاہور، ص:۳۵۶